حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

محمد حمید شاہد کے افسانوں میں اکیسویں صدی کی قدرتی آفات اور واقعات کی عکاسی

Muhammad Hameed Shahid's Reflection of Natural Disasters and Events of the 21st Century in Fiction

شہمیر احمد ملک
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پنجاب
طاہرہ خانم
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پنجاب
Shahmir Ahmed Malik
Doctoral Candidate, Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Punjab.
Tahira Khanam
Doctoral Candidate, Department of Urdu, The Islamia University of Bahawalpur, Punjab.

Abstract:
In this article, the Natural disasters and events of the 21st Century in the fiction of Muhammad Hameed Shahid, the decline of values, fear, violence, mental conflict, anxiety, numbness in the environment, the painful events of 9/11 and, which engulfed the whole world. The situation after 9/11, the global horror, the atrocities in Iraq and Afghanistan, the terrorism in Pakistan, the destruction of social, moral and human values caused by the 2005 earthquake, and the general helplessness of the rulers. A reflection of all accidents and incidents is presented.

Keyword: Natural Disasters, 9/11, Fear, Cruelty, Terrorism, Earthquake, Accidents, Muhammad Hameed Shahid, Reflection, Events, 21st Century.

اکیسویں صدی کو اُردو افسانے کی صدی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔اقدار کے زوال،ماحول میں دہشت گردی،خوف تشدد،سانحے،وحشت،ذہنی کشمکش،بے چینی،طبقاتی کشمکش،نفرت کے ماحول،بد دیانتی،بے اعتباری اور سیاسی جبر و استبداد کے درمیان ہم عصر افسانوں کے مطمح میں تبدیلی رونما ہوئی ہے۔اس صدی میں فکشن کے رجحانات نائن الیون گیارہ ستمبر کا حادثہ،عالمی سطح پر پھیلی ہوئی وحشت عراق،افغانستان اور پاکستان میں پائی جانے والی دہشت گردی،2005ء کا زلزلہ،دہشت گردی اور سانحہ پشاور،خوف تشدد اور دہشت گردی اور کورونا یا9کوڈ وغیرہ کی طرف رجحان رہے ہیں۔

پاکستان میں 2005ء کو آنے والا زلزلہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین اور دنیا کا چوتھا بڑا زلزلہ تھا۔گیارہ ستمبر سال 2001ء کو ہونے والا اِحادثے نے پوری دنیا کو خوف زادہ کر دیتا ہے یہ حادثہ ریاست متحدہ امریکہ کے ایک شہر نیویارک میں پیش تھا اِس حادثے میں چار فضائی طیارے اغواہ کر لیئے گئے اور خود کش انداز میں امریکی سرمایہ دارانہ برتری کی علامت ورلڈ ٹریڈ سینٹر سے ٹکرا دیے گئے۔یہ واقعہ نائن الیون اور دہشتگردی سے منسوب ہے اس دہشت گردی واقعہ کو امریکیوں نے 9/11(نائن الیون)کا نام دیا۔

اکیسویں صدی کے افسانہ نگاروں نے ہمیشہ کی طرح اپنے عہد کے سماج اور معاشرے سے تعلق قائم رکھا اور آنے مسائل،حادثات اور واقعات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔اس حوالے سے لکھے گئے افسانوں میں مبین مرزا کا افسانہ "دام وحشت" اور محمد جمیل کا افسانہ "ماں" ڈر،خوف اور کنفیوژن کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اجاگر کرتے ہیں۔ عطیہ سید کے افسانہ "بلقیان کا بت" میں جنگ زدہ ماحول تباہ و برباد ۱۱/۹ کا واقعہ حالات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ نیلوفر اقبال کا افسانہ "اوپریشن مائس" میں امریکی افواج کے جنگی جنون کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مسعود مفتی کا افسانہ "شناخت" افسانہ "میں کہاں جاؤں" محمد جمیل کا افسانہ "پگلی" اس کہانی کی پگلی زرمینہ پشتون ثقافتی و معاشرتی زندگی کا ایک جیتا جاگتا کردار ہے۔

اکیسویں صدی کے اہم حادثات اور واقعات کے حوالے سے محمد حمید شاہد نے کئی کہانیاں لکھی ہیں ان کا افسانہ ان "سورگ میں سور" میں گیارہ ستمبر کا واقعے کو ایک دردناک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اور افسانے "لوتھ" اور "گانٹھ" میں نائن الیون اور اس کے بعد کے حالات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ محمد حمید شاہد کے افسانے عالمی سطح پر پھیلی ہوئی وحشت اور ظلم کے مناظر پر بھی ملتے ہیں جیسے ان کے افسانے "مرگ راز" اور موت کی منڈی میں اکیلی موت کا قصہ" میں عراق اور افغانستان پر وحشت اور ظلم کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ محمد حمید شاہد نے ۲۰۰۵ء کے زلزلے سے ہونے والی تباہی اور حکمرانوں کی مجموعی بے حسی کو اپنے افسانے "ملبا سانس لیتا ہے" میں پیش کیا ہے۔ اکیسویں صدی کے یہ وہ تمام حادثات ہیں جو انسانی زندگی کا اہم المیہ ہیں۔ ناصر عباس نیر لکھتے ہیں۔

"ایک آئنڈیالوجی ہے، جس کی مدد سے اس نے دنیا کو سمجھا اور سمجھایا ہے۔(1) افسانہ "مرگ زار" میں ایمان اور زمین سے متعلق اس تصور کا سراغ پاتے ہیں جسے نائن الیون کے بعد دہشت گردی کے نام پر جاری مہم نے مسخ کر رکھا ہے۔"(2)

محمد حمید شاہد نے افسانہ "سورگ میں سور" میں گیارہ ستمبر کا پس منظر ایک منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ اس میں گیارہ ستمبر کا پس منظر کو بیان کیا گیا کہ سوروں کی آمد، سوروں سے بچاؤ کے لیے کتوں کی کثرت، مونگ پھلی کی کاشت اور پالتوں بکریوں کی موت جیسی علامتوں کی مدد سے کہانی کی کئی پرتیں سامنے آتی ہیں۔ بالائی سطح پر تو یہ پنڈی گھیب جیسے بارانی علاقے میں آباد گاؤں "سورگ اور سورگ" کے محنتی باسیوں کی مشقت بھری زندگی کی کہانی ہے مگر زیریں سطح پر یہ کہانی پاکستان کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ کے بیانیے کے ساتھ ساتھ نائن الیون کے بعد جنم لینے والی اس صورت حال نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس حوالے سے مبین مرزا لکھتے ہیں۔

"۔۔۔"برشور"، "موت کی منڈی میں اکیلی موت کا قصہ"، "دُکھ کیسے مرتا ہے"، "مرہ زار" اور "سورگ میں سور"۔ یہ سب افسانے ایک Source سے آئے ہیں اور وہ ہے المیہ احساس۔۔۔"(3)

"لوتھ" قاری کے دل کو اپنی گرفت میں لیتا ہوا افسانہ ہے۔ نائن الیون کے واقعے کے پس منظر میں لکھا ہوا افسانہ ایک ایسے بے حس بیٹے کی کہانی ہے جس نے باپ کے پاؤں کے زخموں کو لاعلاج جان کر ڈاکٹروں کے مشورے سے باپ کی ٹانگیں کٹوادیں کہ ان زخموں کے زہر سے باقی کے جسم کو بچانے کی یہی ایک صورت تھی اور بیٹے کے اس فیصلے سے باپ کے دل پر جو گھاؤ لگا تھا، کٹی ٹانگوں کے درد کو سہنے کے ساتھ ساتھ وہ اب دل کے اس گھاؤ کو بھی بیٹے سے چھپانے کے جتن کر رہا تھا کہ اگر بیٹے کو اس گھاؤ کا پتا چل گیا تو وہ اس گھاؤ کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کرے جو اس نے پاؤں کے گھاؤ کے ساتھ کیا تھا۔ اس کہانی میں ہماری دونسلوں کے درمیان پھیلی ہوئی انتہائی بصیرت کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔

"مگر وہ اس سے بے نیاز پلٹے کو تھا۔ وہ اس اپنے بدنوں سے بے طرح پھوٹ بہنے والے مرغوب مشقت کے پینے کو پونچھے جاتے تھے اور آپس میں مسلسل چہلیں کرپینے اور رہے تھے۔(4)

محمد حمید شاہد نے افسانہ "گانٹھ" میں نائن الیون کے بعد کی صورت حال سے جنم لینے والے حالات کو پیش کیا ہے۔ ایک پاکستانی ڈاکٹر جو کئی عشروں سے امریکہ میں مقیم ہے اور وہاں کی کیتھرائن نامی عورت سے شادی کر تا لیتا ہے جو پہلے سے شادی شدہ تھی لیکن شوہر کو چھوڑ چکی تھی۔ شادی کے بعد اسے دو بیٹے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہوئے ڈاکٹر اپنی شناخت، تصورات اور خیالات کا امریکی معاشرت میں انضمام کر چکا ہے، اور اسے یہ لگتا ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کر تا رہے وہ اپنے آپ کو بھول کر اس خدمت میں مگن رہا۔ لیکن کچھ یوں ہوا۔

"--------- کہ شہر دھماکوں سے گونج اُٹھا اور سب کچھ اُتھل پتھل ہو گیا۔ جہادثے میں اعصابی جنگ ہارنے والوں کو زندگی کی طرف لارہا تھا، اسے سماجی خدمت جان کر، کسی معاوضے اور صلے سے بے نیاز ہو کر---------"(5)

حادثے کے بعد کئی دن پاکستانی ڈاکٹر سے پوچھا پوچھی ہوتی رہی اور بعد میں اسے کہا جاتا ہے کہ اسے اگلے چار دنوں میں کسی بھی وقت اُسے اپنے وطن کے لیے ڈی پورٹ کیا جاسکتا ہے۔ نائن الیون کے بعد اسے ذلیل خوار اور ملک بدر کر دیا جاتا ہے۔ امریکی بیوی اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ ڈی پورٹ ہونے سے قبل اپنی تمام دولت ان کے نام کر دے تاکہ اس کے جانے کے بعد وہ اطمینان سے زندگی گزار سکیں۔ عالمی سیاست کے ساتھ ساتھ یہ انسانی رشتوں کی توڑ پھوڑ اور اقدار کی پامالی بھی محمد شاہد کے افسانوں میں ملتے ہیں۔ ہم عصر افسانہ نگاروں میں جو بات محمد حمید شاہد کو الگ کرتی ہے وہ دراصل زندگی اور دنیا کو غیر مشروط لیکن کلی طور پر افسانے میں برتنے کا رویہ ہے۔ انہیں معاصر قومی اور عالمی منظر نامے میں پہچاننے میں قاری کو دیر نہیں لگتی ۔ سرگرمیوں کو تمثیلی انداز میں پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ ایک ایسی علامتی جہت بھی رکھتے ہیں کہ جسے مجموعی انسانی تاریخ کے کئی ادوار میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اگر اس افسانے کو انسانی تاریخ کی نئی اسطورہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

محمد حمید شاہد اپنے اندر اترتا محسوس کرتے ہیں یہ وہ کرب ہے اس مجموعی انسانی صورت حال کا جو ہمارے اطراف میں رونما ہے اور جس میں ہم انسانوں کو بے بسی، لاچاری، جبر، استحصال کے عفریتوں کے منھ میں جاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ حمید شاہد نے ایک حساس انسان کی حیثیت سے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا ہے اور اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اسی کوشش نے اس سے افسانے لکھوائے ہیں۔

تخلیق کار کے طور پر وہ اپنے تجربے کی نوعیت سے پوری طرح آگاہ ہے اور اس کام کو ذمہ داری کے ساتھ کرتے ہیں۔ دراصل معاشرے پر گزرتی ابتلاؤں کے خلاف استغاثہ دائر کرانے کے مصداق ہیں اور اس استغاثے میں اخلاقی، سیاسی جرائم کے خلاف افسانہ نگار اپنے تہذیبی، معاشرتی اور فن کارانہ وجود کے ساتھ اپنی گواہی درج کراتے ہیں۔ محمد حمید نے افسانوں میں عالمی سطح پر پھیلی ہوئی وحشت کو ایک درد ناک انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے افسانے "مرگ زار" اور "موت میڈی میں اکیلی موت کا قصہ" میں افغانستان اور عراق پہ ہونے والے ظلم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ظلم کے اجتماعی اموات ایسی ہوتی ہیں کہ جیسے کوفہ کربلا اور بغداد والوں کا مقدر ہو گئی تھیں۔ اقتباس دیکھیے۔

"----------- مگر فوراً بعد اُس بارود کی بارش کا تذکرہ ہونے لگا جو افغانیوں کے بعد اَب مسلسل عراقیوں پر برس رہی تھی کہ یہ بارش جہاں برستی تھی وہاں سے موت کھمبیوں کی طرح اُگ آتی تھی------"(6)

دنیا کے بدترین حکمران نے اپنے اسلحے کے استعمال سے مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو بے رحمی سے شہید کیا اور خود کو انصاف پسند کہلوانے والی مکار دنیا اس ساری درندگی کا جواز بھی فراہم کر دیا موت کے اس اپادھاپی کے موسم میں سفاک امریکہ نے سب اصول، ضابطے اور انسانیت کو چھوڑ کر ظلم کی انتہا برپا کر دی تھی۔ یوں لگتا ہے۔ اقتباس دیکھیے۔

"----------- پوری دنیا نوں کی ٹانگوں میں پڑی ہوئی تھی اور ان دنوں کے اوپر ایک ہی تلنگا مرتھا جو ان کے چوتڑوں پر اپنی شہوت بھری مردانگی کے ڈرے برسارہا تھا-----"(7)

محمد حمید شاہد کا افسانہ "مرگ زار" جہاد افغانستان کے پس منظر میں لکھی گئی کہانی ہے۔ یہ ان کے اپنے بھائی کی شہادت کی کہانی ہے جو افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کے لیے گیا تھا جنگ کے دوران شہید ہو جاتا ہے اور شہادت کی خبر دی جاتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کوئی ساڑھے پانچ بجے جلال آباد کے اگلے مورچوں پر شہادت کا واقعہ ہوا۔ ہمیں دو تین گھنٹے لاش اکٹھا کرنے میں لگ گئے اور۔۔۔"

میں شیخ رہا تھا:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا کہ رہے ہو۔ یہ لاش اکٹھا کرنے سے کیا مراد ہے تمہاری؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ چپ ہو گیا اتنا چپ جیسے ادھر دوسری جانب کوئی تھا ہی نہیں۔ حتی کہ مجھے ہیلو ہیلو چلا کر اسے بولنے پر مجبور کرنا پڑا۔"(8)

کہانی قاری پر طاری ہو کر چھا جاتی ہے۔ اس کہانی میں شہید خطوط میں والدہ محترمہ، بہن اور بھائی سے دعا کی التماس کرتا ہے کہ اس سے شہادت نصیب ہو۔ یہ ایک شہید کی شہادت پہ دردناک کہانی ہے۔ جس میں شہید کی وصیت پر ماں جیسی عظیم ہستی کو بھی بیٹے کا چہرا دیکھنا نصیب نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ شہید کی شہادت سے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جس سے اس کے گھر والے کو دیکھنا نہیں چاہتے کے لیے وصیت کا بتایا جاتا ہے۔ شہید کی وصیت پر عمل کیا جاتا ہے اور اسے جلال آباد کے شہیداء کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے۔ جب شہادت کی خبر گھر کو دی جاتی ہے اور شہید کی وصیت کا بھی بتایا جاتا ہے کہ انہوں اجازت دی جائے کہ شہید کو اس کے وصیت کے مطابق شہیداء قبرستان میں مدفن کیا جائے اور کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ آپ کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ اقتباس ملاحظہ ہے۔

"۔۔۔۔مجھے چہرہ دیکھنا ہے"

ادھر سے بالکل سپاٹ آواز میں کہا گیا:

"آپ کے آتے آتے تو بہت دیر ہو جائے گی۔۔۔"(9)

محمد حمید شاہد کے افسانوں میں زلزلہ کی عکاسی بھی کی گئی ہے ان کا افسانہ "ملبا سانس لیتا ہے!"میں ۲۰۰۵ء کے زلزلے سے ہونے والی تباہی اور حکمرانوں کی مجموعی بے حسی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ وہ زلزلہ جو کشمیر اور دیگر پہاڑی علاقوں میں تباہی پھیلاتا ہوا اسلام آباد کے مارگلہ ٹاور تک آ پہنچتا ہے۔ زمین سر کی تو واضح ہوا کہ سر پر آسمان بھی نہیں تھا۔ یہ تباہی معاشرے کے اندر موجود ایک اور تباہی کو بے نقاب کر گئی تھی اور وہ انسانیت اور اخلاقی اقدار کی تباہی تھی۔ ہر شخص اپنی حالت میں پریشان، مصیبت میں گرفتار، زندگی سے مایوس، کہنے کو زندہ پر مُردہ سے بدتر، دُنیا کی بے ثباتی، تعلقاتِ زندگی کی ناپائداری، دل میں ہمت نہ ہاتھ پاؤں میں سکت صدہا عورتیں بیوہ ہو گئیں، ہزاروں بچے یتیم بن گئے۔

وہ بے بسی اور درد سے بلائے، روئے اور پھر سسکتے چلے گئے۔ جب انہیں احساس ہوا کہ ان کی چیخوں اور رونے دھونے کو سننے والا کوئی نہیں ہے تو وہ یوں چپ ہو جاتے ہیں جیسے ازل سے بولنا جانتے ہی نہیں ہیں۔ سب کچھ گڈ مڈ ہو جاتا ہے۔ اس پر وہ اتنا بوکھلاتے ہیں کہ اُمید کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔ تتری کوٹ سے خاکوٹ تک پہاڑوں پر بستیاں لاشوں سے بھری پڑی تھیں اور انہیں بے گور و کفن پڑے اتنا وقت گزر چکا تھا کہ وہ تعفن چھوڑنے لگی تھیں۔ انہیں یا تو دفنانے والا کوئی نہ بچا تھا اور اگر کوئی بچ گیا تھا تو اپنوں کی اتنی لاشیں زمین میں دبا چکا تھا کہ اس کے ہاتھ شل ہو چکے تھے ادھر شہر کے وسط میں ڈھے جانے والے ٹاور سے بھی لاشیں نکالی جا رہی تھیں۔ ملبے میں سے گاہے گاہے زندہ لوگ بھی نکل آتے تھے۔ ایسے میں یوں لگتا تھا جیسے موت کے سناٹے سے زندگی کی ہماہمی نے یک لخت جنم لے لیا ہو۔(10)

محمد حمید شاہد کے افسانوں میں مجبور طبقے پر ظلم اور قانون کی بے بسی ان کا افسانہ "کتاب الاموات سے میزان عدل کا باب" اساطیری فضا میں لکھی گئی کہانی ہے جس میں مقتدر طبقے کے ہاتھوں مجبور طبقے پر ہونے والے مظالم اور قانون کی بے بسی کو بیان کیا گیا ہے۔ انصاف کی مسند پر بیٹھنے والوں کی آنکھوں پر خوف اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مصلحت کی پٹی بندھی ہے اور اگر اتفاق سے ظالم کے ظلم پر کوئی فیصلہ آ بھی جائے تو وہ ادھورا ہوتا ہے جو بے کار دلیلوں اور عدالتی چیخ و پکار میں دب کے رہ جاتا ہے۔ افسانے سے اقتباس ملاحظہ ہے۔

"۔۔۔۔۔۔دلوں کو لرزانے والے خوف کی ابتلا نے انہیں بوکھلا رکھا ہے پر وہ فیصلے پر فیصلہ دیتے ہیں مگر ہر فیصلہ ادھورا رہ جاتا ہے حتی کہ انہیں کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی۔ ادھورے فیصلوں میں کئی اور قتل گڈ مڈ ہو جاتے ہیں۔ دیوتاؤں کے قوانین کی کتابیں ایک طرف دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔۔۔۔"(11)

محمد حمید شاہد کے افسانوں میں جبر اور ملکی سیاست کی عکاسی ملتی ہے ان کا افسانہ "آدمی کا بکھراو" وطن عزیز کی سیاسی صورت حال سے جنم لینے والا المیہ ہے۔ عدالتی نظام کے سربراہ کو جبراً عہدے سے ہٹا دیا گیا تو احتجاج کا ایک ملک گیر سلسلہ شروع ہو گیا۔ جبراً ہٹائے جانے والے چیف نے جب کراچی کا دورہ کیا تو اس کے کراچی پہنچتے ہی فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا جس سے کئی انسانی جانوں کا ضیاع ہوا۔ محمد حمید شاہد کا یہ افسانہ ملکی سیاست پر گہری نظر کا غماز ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار کامران ہسپتال کے بستر پر پڑا لاشوں کے گرنے کے ان مناظر کو سوچ رہا تھا جو نجی ٹی وی چینل پر بار بار دکھائے جا رہے تھے۔

محمد حمید شاہد کے افسانوں میں مسلکی اختلافات کی عکاسی بھی کی گئی ہے افسانہ "خالی بنوا" انسانی زندگی سے معدوم ہو جانے والی خوشیوں اور مسرتوں کی کہانی ہے۔ بچپن کی عید میں چھپی ہوئی مسرتیں ناپید ہو گئیں ہیں۔ مختلف مسالک کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور محبت ختم ہو گئی ہے۔ اب مسلکی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو خون میں نہلا دیا جاتا ہے۔ مگر یہ اسی ملک کے ایک شہر کا قصہ ہے کہ کچھ برس قبل اس شہر کی ایک مسجد میں عید کی نماز کا خطبہ ایک مسلک کا عالم دیتا تھا اور عید کی نماز دوسرے مسلک کا عالم پڑھاتا تھا۔ کیسا بے ریا اور محبت بھرا معاشرہ تھا۔

اس مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ محمد حمید شاہد کی افسانہ نگاری اکیسویں صدی میں آنے والی قدرتی آفات کا عکس ہے۔ انہوں نے اکیسویں صدی کے حادثات اور واقعات کو ایک دردناک انداز میں پیش کیا ہے اور عالمی سطح پر پھیلی ہوئی وحشت اور ظلم کے مناظر کو اپنے افسانوں میں ایک نئے اور منفرد انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ اکیسویں صدی کے وہ تمام حادثات اور واقعات ہیں جو انسانی زندگی کا اہم المیہ ہیں۔ جس کو محمد حمید شاہد نے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد حمید شاہد ایک عظیم افسانہ نگار ہیں ان کے افسانے اردو ادب کے لیے ناقابل فراموش ہیں۔ جو آئندہ آنے والے افسانہ نگاروں کے لیے ایک عمدہ تحفہ ہیں۔ اردو

ادب میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

1. محمد حمید شاہد، حیرت کا باغ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2021، ص: 354
2. ایضاً، ص:355
3. ایضاً، ص:245
4. ایضاً، ص:300
5. محمد حمید شاہد، حیرت کا باغ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2021ء، ص:297
6. ایضاً، ص:316
7. ایضاً، ص:317
8. ایضاً، ص:344
9. ایضاً، ص:346

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.2 2024

10. ایضاً،ص:387

11. ایضاً،ص:64

References in Roman Script:

1. Muhammad Hameed Shahid,Hearat Ka Bagh, Lahore, Sang-e-Meel Publications,2021,p. 354
2. Ibid, p.355
3. Ibid, p.245
4. Ibid, p.300
5. Muhammad Hameed Shahid,Hearat Ka Bagh, Lahore, Sang-e-Meel Publications,2021,p.297
6. Ibid, p.316
7. Ibid, p.317
8. Ibid, p.344
9. Ibid, p.346
10. Ibid, p.387
11. Ibid, p.64